Department of Urdu School of S.S.A's Arts & Commerce College Solapur

2019-2020

B.A. III SEM-V

Tarjuma Nigari

Presented by

Dr. Chobdar Md. Shafi

ترجمے کی تعریف، اہمیت وافادیت

ترجمے کی تعریف :

1) ترجمے کے لغوی معنی ہیں دوسری زبان میں بدلنا یاایک زبان سے دوسری زبان میں مطلب ادا کرنا۔

2) ایک زبان کے ادب کو دوسری زبان میں پوری ادبیت کے ساتھ عبارت کی خوبی اور معنی و مطالب کو جوں کا توں برقرار رکھتے ہوئے منتقل کرنے کے عمل کو ترجمہ کہتے ہیں۔

3) ایک زبان کے متن کو دوسری زبان کے متن میں منتقل کرنے کا نام ترجمہ ہے۔

4) ٹرانسلیشن کا لفظ مغرب کی جدید زبانوں مین لاطینی سے آیا ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں " پار لے جانا"

5) اُردو میں ترجمے کا لفظ عربی سے آیا ہے۔اہل لغت اس کے کم سے کم چار معنی درج کرتے ہیں۔ایک سے دوسری زبان میں نقلِ کلام، تفسیر و تعبیر، دیباچہ اور کسی شخص کے احوال کا بیان۔اور یہ سب معانی باہم مربوط ہیں۔

ترجمہ خود ایک فن ہے اور اُس علم وفن میں اضافہ بھی ہے جس کی تصنیف کا ترجمہ کیا جائے۔
ترجمہ ایک مشکل فن ہے جو بڑی مہارت اور ریاضت چاہتا ہے۔ ترجمہ بنیادی طور پر انسانی سماج کی لسانی اور علمی ضرورت ہے۔ قوموں کی ترقی میں ترجمے اہم کردار ادا کرتے ہیں مختلف زبانوں کے بولنے سمجھنے والے افراد اور گروہوں یا دو سماجوں میں تبادلۂ خیال کا واحد ذریعہ ترجمہ ہی ہے۔ ترجمہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے دوسرے زبانوں میں موجود علوم وفنون تک ایسے شخص کی رسائی بھی ممکن ہو جاتی ہے جو مادری زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں جانتا اس لیے ترجمہ سُبک، رواں اور عام فہم ہونا چاہیے تاکہ اظہار اور تبادلۂ خیال کا اصل مقصد حاصل ہو۔ اس کام کے لیے مترجم کو دو زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہونا بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ دوسری زبانوں سے انھوں نے جو کچھ حاصل کیا وہ دوسروں تک بھی پہنچے اور علم کی مزید اشاعت ہو۔
جب ایک سماجی گروہ نے دوسرے گروہ سے سماجی رشتہ قائم کر لیا تو انہیں ایک دوسرے کی بات سمجھنے کے لئے ترجمے کی ضرورت پڑھی۔ ترجمے ہی کی مدد سے ملک کے مختلف خطوں کے درمیان قومی یکجہتی اور علاقائی سالمیت برقرار رہتی ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھاتے ہیں۔ پہلے لوگ ایک دوسرے کی زبان سمجھنے کے لیے ترجمان کا سہارا لیتے تھے۔

ترجمہ وہ کنجی ہے جس کے ذریعہ علوم وفنون کے خزانے سب کے لیے کھل جاتے ہیں۔اسی لیے روز.بروزترجمے کی اہمیت.بڑھتی جارہی ہے۔ترجمہ.بڑا مشکل کام ہے۔یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے۔جو.بڑی مہارت اور ریاضت چاہتا ہے ایک زبان کے معنی اور مطالب کو دوسری زبان میں ہو بہو منتقل کرنے کے لیے اصل عبارت کی خوبی اور مطالب کو جوں کے توں قائم رکھنے کے لیے مترجم کو دونوں زبانوں پر یکساں قدرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ترجمے بہت ملتے ہیں۔ لیکن اچھے ترجمے خال خال ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دو زبانیں جانتا ہے وہ خود مترجم بن بیٹھتا ہے اور ایسے گل بوٹے کھلاتا ہے کہ ترجمے کی اہمیت اور افادیت مجروح ہو جاتی ہے اور قارئین کا ترجموں پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔

ذرائع آمد ورفت میں وسعت اور سرعت آجانے کی وجہ سے دنیا کی مختلف زبانیں بولنے والوں میں میل ملاپ روز.بروز.بڑھتا جارہا ہے اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ضرورتاً ایک دوسرے کی زبان سمجھنا نہایت ضروری ہو گیا ہے۔ملوکیت (حکومت) میں وہ افراد اور طبقے ہمیشہ ممتاز رہے ہیں جنھوں نے حاکموں کی زبان سیکھنے میں سبقت کی۔حاکموں نے بھی یہ محسوس کیا کہ امن اور استحکام کے لئے صرف زورِ بازو کی ہی ضرورت نہیں بلکہ دلوں کو جیتنا نہایت ضرورت ہے اور حاکموں کو محکوم (عوام) قوموں کی زبان اور ثقافت سے بھی آشنائی ضروری ہے۔اجنبیت اور مغائرت کو کم کرنے میں ترجموں کا.بڑا ہاتھ رہاہے۔

یہ ترجمے کی روایت ہی ہے کہ جس کے سبب قدیم دور میں عرب اور ہندوستان کی سائنس، طب، ریاضی، ادب اور فلسفے کی کتب کے تراجم یونانی اور لاطینی زبانوں میں ہوئے اور یورپی اقوام نے ان تراجم کی روشنی میں اپنی صلاحیتوں کو نکھارا اور ان علوم کو مزید آگے بڑھایا اور پھر یہ علوم یورپی قوموں کی مسلسل تحقیق و جستجو کے نتیجے میں پوری دنیا کے سامنے آئے۔

عرب و عجم کے علماء نے یونانی اور ہندوستانی فلسفے، طب، ہیئت، نجوم اور داستانوں کے ترجمے عربی زبان میں کیے انہوں نے لاطینی زبانوں سے ترجموں کی مدد سے مشرق کو یورپ کے علوم سے متعارف کرایا۔ سقراط اور افلاطون جیسے مفکرین کے خیالات ہم تک صرف اس وجہ سے پہنچے کہ سینکڑوں برس پہلے عربی زبان کے افکاروں نے انہیں اپنی زبان میں ترجمہ کیا اور تمام دنیا کو ان سے متعارف کرایا۔

اسی طرح بو علی سینا، ابنِ رشد کے کارناموں کو عرب ممالک کے قید خانوں سے نکالنے کا کام لاطینی زبان نے کیا اور پھر ان کے فلسفے اور افکار سے یورپی اقوام نے استفادہ کیا۔ اس طرح بعد کے زمانے میں والٹیر نے شیکسپیئر کا ترجمہ فرانسیسی میں کیا اور روسی زبان میں اہم ادبی شاہکاروں کے تراجم کرکے اپنی زبان کی بیش بہا خدمت کی۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انسانی علوم کے ارتقاء اور فروغ میں تراجم کی اہمیت مستقل اور مسلم ہے۔

ہندوستان جیسے کثیر لسانی ملک میں تو صورتِ حال یہ ہے کہ ترجمے کے بغیر زندگی ادھوری محسوس ہوتی ہے۔ ترجمے کے بغیر ہم اپنے ہم وطنوں کے تہذیبی رویوں سے ناواقف رہتے ہیں۔ ان کی پسند اور ناپسند کو نہیں سمجھ پاتے۔ ان کی ادبی روایتوں کا پتہ نہیں چلتا اور سماجی زندگی کی انواع واقسام کی سرگرمیوں سے واقف نہیں ہو پاتے۔ کثیر لسانی ملکوں میں اگر ترجموں کے ذریعے ایک دوسرے کو نہ سمجھا جائے اور لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب نہ لایا جائے تو قومی یکجہتی ، علاقائی سالمیت اور سماجی آسودگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ آج گلو بلائزیشن کے تصور نے بنی نوع انسان کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے اور یہ ترجمے کے ذریعے ہی ممکن ہوا ہے۔

ترجمے کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے یونیورسٹیوں نے اس طرف توجہ دی۔ یونیورسٹیوں میں ترجمے کے شعبے اور ادارے قائم ہو رہے ہیں۔ مرکزی، صوبائی حکومتیں اور یونیورسٹی گرانٹ کمیشن خود اس سلسلے میں مالی مدد کر رہی ہیں۔

ترجمے کی اقسام

ترجمہ ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کے لئے مترجم کو دو زبانوں پر عبور کا ہونا ضروری ہے۔یعنی اس کا کام یہ ہے کہ ایک زبان میں جو کچھ کہا گیا ہے اسے دوسری زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرے۔ترجمہ کرنے کے لئے مترجم کو سوجھ بوجھ، خوش ذوقی اور دونوں زبان کے الفاظ کی معنوی اور صوتی خوبیوں کا علم بھی ضروری ہوتا ہے۔مترجم میں اگر یہ اوصاف نہ ہوں تو کامیاب ترجمہ نہیں ہو سکتا ہے۔بے شک ترجمے کا فن ایک مشکل فن ہے۔اسکے لئے ایک خاص صلاحیت، سلیقہ اور مستند معلومات درکار ہوتی ہے۔

دنیائے ادب میں اب تک ترجمے کا جتنا بھی کام ہوا ہے۔اسے مجموعی اعتبار سے دو بڑے زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱) موضوعاتی ترجمہ۔ ۲) فنی ترجمہ۔

ان دو اہم اقسام کی ذیل میں بھی کئی قسمیں ہیں۔موضوعاتی زمرے میں ترجمے کے جو اقسام شمار کئے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱) موضوعاتی ترجمہ :

موضوعاتی زمرے میں حسبِ ذیل اقسام رکھ سکتے ہیں۔

۱) علمی ترجمہ۔ ۲) ادبی ترجمہ۔ ۳) صحافتی ترجمہ۔

۲) فنی اور ہئیتی ترجمہ :

فنی زمرے میں حسب ذیل اقسام رکھ سکتے ہیں۔

۱) لفظی ترجمہ ۲) آزاد ترجمہ ۳) تخلیقی ترجمہ۔ ۴) متنی ترجمہ

ترجموں کی یہ گروہ بندی حتمی نہیں ہے۔ کوئی اور تحریر سامنے آنے پر صورت حال میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ زمروں کی ترتیب بدل سکتی ہے۔ کیوں کہ علم و فن کی دنیا میں کوئی فیصلہ آخری نہیں ہوتا۔ اس لئے مندرجہ بالا تقسیم کو ایک پڑاؤ تصور کرنا چاہیے منزل نہیں۔ ذیل میں ان اقسام کی سلسلہ وار وضاحت درج ہے۔

ا) موضوعاتی ترجمہ :

ا) علمی ترجمہ : ترجمے کے اس قسم میں جن علوم کا شمار کیا جاتا ہے۔ ان میں تمام سماجی و سائنسی علوم و فنون آتے ہیں۔ اس طرح کے تراجم کا بنیادی مقصد معلومات کی ترسیل ہوتا ہے۔ اس لئے ترجمے کی زبان جتنی شفاف اور ایہام سے عاری اور قاری کی ذہنی سطح سے قریب ہو گی۔ ترجمہ اپنے مقصد میں اتنا ہی کامیاب مانا جائے گا۔ اس طرح کے ترجمے کی کامیابی اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ترجمہ نگار خود اس علم کا ماہر ہو جس کا ترجمہ کرنا مقصود ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اسے اس زبان پر بھی ماہرانہ قدرت ہو جس میں ترجمہ کیا جارہا ہے۔ مثلاً اس زبان کی لسانی علمی ادبی اور تمدنی خوبیوں سے مترجم کو واقف ہونا چاہیے اور ترجمہ کرتے وقت اسے چاہیے کہ ان قارئین کو بھی نظر میں رکھے جن کے لئے ترجمہ کیا جارہا ہے۔

علمی ترجمے میں سب سے بڑا مسئلہ اصطلاحوں کے ترجمے کا ہوتا ہے۔ ان اصطلاحوں کو وضع کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اصطلاحیں مسلمہ اصولوں کے مطابق وضع کی جائیں۔ علمی ترجمے سے متعلق ایک اور بات اہم ہے کہ علمی و فنی کتابوں کا ترجمہ متعلقی علم و فن کا ماہر ہی انجام دے۔

۲) ادبی ترجمہ : ادبی ترجمے کے لئے ضروری ہے وہ با محاورہ کیا جائے اسمیں صاف شستہ زبان، روزمرہ، ضرب الامثال، تشبیہات واستعارات،، تلمیحات اور رموز وعلامت سے کام لیا جائے۔ادبی ترجمہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ بنیادی متن کا مرکزی خیال کسی بھی طرح سے مجروح نہ ہونے پائے۔ مختصر یہ کہ مترجم تخلیق کار کی بات کو اسطرح بیان کرے کہ اصل حیثیت مسخ نہ ہو۔اور ترجمہ با محاورہ اسلوب کے ساتھ ہو جائے۔یہی توقع ان قارئین سے بھی کی جاتی ہے جو بنیادی متن کے ایک سے زیادہ معنی متعین کرتے ہیں۔ادبی ترجمے میں منظوم و منثور (نثر) دونوں طرح کے ترجمے ہوتے ہیں۔

۳) صحافتی ترجمہ : اسے کھلا ترجمہ بھی کہتے ہیں اور یہ مفہوم کے ترجمے کی ذیل میں آتا ہے۔ مفہوم کا ترجمہ سب سے آسان ترجمہ ہوتا ہے کہ اس میں لفظ بہ لفظ یا جملہ بہ جملہ ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کسی اقتباس کو پڑھ کر اسکے مجموعی مفہوم کو ترجمہ نگار اپنی زبان میں پیش کرتا ہے۔اس میں لفظوں کے متبادل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور نہ کسی زبان کے اقتباس کی طوالت یا پیچیدگی کی وجہ سے ترجمے کو بھی ویسا ہی کرنا پڑتا ہے۔اس کا مجموعی مفہوم ترجمہ نگار کو سیدھی سادی زبان اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں پیش کر دینا ہوتا ہے۔تاکہ اخبار کے قارئین کو اسے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ صحافتی تحریروں کا مقصد ایک طرف تو حکومتِ وقت کے اچھے برے کاموں سے عوام کو آگاہ کرانا ہوتا ہے۔تو دوسری طرف عوام کے حالات امور مصائب اور احساسات کے بارے میں حکومتِ وقت کو باخبر رکھنا ہوتا ہے۔ صحافت کے اہم ذمہ داریوں کے پیشِ نظر ہی اسے جمہوریت کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے۔

۲) ہئیتی یا فنی ترجمے :

۱) لفظی ترجمہ : یہ ایک عام روایتی اور رسمی ترجمہ ہوتا ہے۔ جس میں عبارت و مفہوم و مطالب کے گہرے احساس اور شعور کے بغیر لفظ بہ لفظ ترجمہ کر دیا جائے۔ مجموعی طور پر یہ ایک ناقص ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس سے ترجمہ کا مقصد ادا نہیں ہوتا۔

۲) با محاورہ ترجمہ : اس قسم کے ترجمے میں مترجم ترجمے کے تقاضوں، اصول و ضوابط، مضمون کی گہرائی اور اسلوب کی صفائی کا خیال رکھتا ہے۔ اس میں زبان و بیان کے لسانی شعور و احساس کے دوش بدوش مضمون کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور مضمون کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ یہ ایک کامیاب ترجمہ کہلاتا ہے۔

۳) آزاد ترجمہ : آزاد ترجمہ مضمون کے عین مطابق نہیں ہوتا بلکہ فکر و خیال کی کچھ آزادی کے ساتھ اظہار میں بھی آزادی برتی جاتی ہے۔ اس طرح کے ترجمے میں پیرا گراف پڑھ کر اس کے مفہوم کو اپنے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ پیش کردہ متن کے معنی و مفاہیم ادا ہو جائیں۔ جس کے نتیجے میں اندازِ بیاں میں فطری بہاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے ترجمے ادبی اعتبار سے عمدہ سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے علی حیدر نظم طباطبائی نے Elegy written in Country Churchyard کا ترجمہ " گور غریباں " کے عنوان سے کیا تھا۔ اس میں مفہوم کی پابندی کے ساتھ اس کی ادائیگی اور آزادی کو پیشِ نظر رکھا گیا تھا۔

۴) متنی ترجمہ : بعض ترجمے ایسے ہوتے ہیں جن کا True to the text ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً قانونی، عدالتی، دفتری اور سائنسی ترجمے فن کے اصول کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اس میں کافی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ اس میں الفاظ، محاورے اور اصطلاحات کے استعمال میں احتیاط برتنی پڑتی ہے اور پوری ہوش مندی کے ساتھ ترجمہ کرنا ضروری ہے۔

ترجمے کے تقاضے اور مترجم کے اوصاف

ترجمے کے تقاضے : ترجمے کے مندرجہ ذیل تقاضے ہیں۔

۱) اس عبارت اور ترجمے کے معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے۔اس بات کا خیال رکھیں کہ ترجمہ لفظ کا نہیں مفہوم کا ہوتا ہے

۲) مترجم کو اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ نا صرف عبارت بلکہ تشبیہات و استعارات میں۔

۳) اصل عبارت میں کسی طرح کی ترمیم بھی مناسب نہیں۔

۴) مترادف الفاظ کا صحیح استعمال کرنا چاہیے۔ مترادف الفاظ نا ملے تو اصل لفظ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۵) چوں کہ سائنس اور تکنالوجی کی کتابیں زیادہ تر انگریزی میں ہیں اس لیے اسی مناسبت سے اصطلاحات سازی کرنا چاہیے۔

٦) ہر انگریزی لفظ کے لیے ایک ہی لفظ کا استعمال ہو۔ مثلاً انگریزی لفظ ڈفینس کے لیے اُردو میں دفاع، حفاظت اور تحفظ الفاظ آتے ہیں ان میں لفظ دفاع کو استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

۷) جہاں تک ممکن ہو ہندی اضافت اور حروفِ جار استعمال نہ کیے جایں۔

۸) مترجم کو ہندی اور اُردو کے اخبارات کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے اس سے نئے نئے الفاظ و اصطلاحات کے بارے میں معلومات ہوگی۔ کیونکہ اخبارات ترجمہ کے فن میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتے ہیں۔

۹) سرکاری اداروں کی رپورٹس اطلاع ناموں اور خبر ناموں کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔

مترجم کی خصوصیات : ترجمہ ایک صبر آزما وقت طلب کام ہے۔اس میں مہارت اور کمال پیدا کرنے کے لیے مترجم کو کچھ مخصوص خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے۔ایک اچھے مترجم کی خوبیوں اور خصوصیات کے بارے میں مختلف ماہرین نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس طرح ترجمے کی مختلف اقسام کے ساتھ اس کے تقاضے بھی بدلتے جاتے ہیں۔اُسی طرح مختلف علوم مختلف موضوعات اور مختلف اصناف میں ترجمے کا کام انجام دینے والوں کی خصوصیات بھی الگ الگ نوعیت کی ہوتی ہے۔ایک کامیاب مترجم میں پائی جانے والی خصوصیات کے بارے میں مختلف ماہرین کے خیالات ذیل میں درج ہیں۔

شاہ پرتگال کنگ ڈی وارٹ نے " دی لائل کانسلر" نامی کتاب میں مترجم کی پانچ خصوصیات بیان کی ہیں۔

1) مترجم اصل متن کے معانی کو سمجھنے اور ترجمے میں انھیں کسی تبدیلی کے بغیر بہ تمام وکمال منتقل کرے۔

2) مترجم ترجمے میں ترجمے کی زبان کا روزمرہ اور محاورہ استعمال کرے اصل متن کی زبان سے مستعار نہ لے۔

3) مترجم ترجمے کی زبان میں ایسے الفاظ استعمال کرے جو اصل زبان کے راست اور مناسبت متبادل ہو۔

4) مترجم ناپسندیدہ الفاظ سے گریز کرے۔

5) مترجم ان تمام اصولوں کی پابندی کرے جو عبارت نگاری کا لازمہ ہیں۔یعنی اس کی تحریر واضح قابلِ فہم اور مفید ہو۔

اسی طرح Etienne Dolet اپنی کتاب The Best Way Translationg From One Language To Another میں لکھا ہے کہ مترجم کو چاہیے کہ

1) اصل معنی کو سمجھے

2) اصل زبان اور ترجمے کی زبان پر عبور رکھے۔

3) لفظی ترجمے سے گریز کرے۔

4) ترجمے میں بامحاورہ زبان استعمال کرے۔

5) الفاظ کے انتخاب اور ترتیب میں احتیاط برتتے ہوئے جملوں میں مناسب آہنگ پیدا کرے۔

مذکورہ بالاماہرین نے مترجم کی جو خصوصیات بیان کی ہیں ان میں انھوں نے اپنے زمانے کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ظاہر ہے کہ آج کے بدلے ہوئے تقاضوں میں ان کے خیالات سے صد فیصد اتفاق کرنا مشکل ہو۔تاہم ان کی بیان کی ہوئی کئ باتیں آج بھی اہمیت کی حامل ہیں۔

مذکورہ خصوصیات سے قطع نظر مترجم کو ترجمے کا ذوق و شوق بھی ہونا چاہیے۔یہ اس وقت ہوتا ہے جب اسے ترجمے کے کام سے فطری مناسبت ہو اگر کسی کو ترجمے سے فطری مناسبت نہ تو وہ ترجمے کا کام ٹھیک ڈھنگ سے انجام نہیں دے سکتا۔فطری مناسبت کی بدولت مترجم ترجمے کا کام شوق وانہاک سے کرے گا اور اس کا ترجمہ اعلیٰ درجے کا ہوگا۔

لغات بالخصوص ذولسانی لغات مترجمین کے لیے مطالعے کے اہم ترین وسیلے ہیں۔ مترجم کا مطالعہ وسیع عمیق اور متنوع ہونا چاہیے۔ ترجمے میں ذخیرۂ الفاظ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ مترجم کا مطالعہ جس قدر وسیع اور ہمہ جہتی ہوگا اس کا ذخیرۂ الفاظ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ مختلف علوم کی لفظیات اور اصطلاحات سے اسی قدر مالا مال ہوگا جس سے مترجم کو ترجمے میں بڑی مدد ملے گی۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ فنونِ لطیفہ، فلسفہ، نفسیات، سائنس، مذہب، معاشیات، سیاسیات، غرض یہ کہ ہر طرح کے مضامین اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق کتابوں کو مطالعے میں رکھے۔

ترجمہ ایک فن ہے۔ دیگر فنون کی طرح اسے بھی باقاعدہ سیکھنے، اس کی تربیت حاصل کرنے اور اس میں کمال پیدا کرنے کے لیے مستقل اور مسلسل مشق اور ریاض کی ضرورت ہوتی ہے۔ مترجم کو چاہیے کہ ترجمے کے فن کا باضابطہ اکتساب کرے اور اس میں مشق بہم پہنچائے۔